وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (الفجر)

اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر (خود ہی) کھا جاتے ہو اور مال کی بڑی محبت کرتے ہو۔

چونکہ اس آیت کے مخاطبین کے نظائر
ہندوستان کے اکثر حصوں میں بکثرت ہیں جن کو
اس فعل کا مذموم ہونا بھی معلوم نہیں ان لوگوں
کی اصلاح کیلئے یہ رسالہ مسمیٰ بہ

غصب المیراث

مصنف: حضرت مولانا عبدالکریم گمتھلویؒ

نظر ثانی: حکیم الامت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی تھانویؒ

وَتَأْكُلُونَ التُّرَاثَ أَكْلًا لَّمًّا وَتُحِبُّونَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا (الفجر)

اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر (خود ہی) کھا جاتے ہو اور مال کی بڑی محبت کرتے ہو۔

چونکہ اس آیت کے مخاطبین کے نظائر ہندوستان کے اکثر حصّوں میں بکثرت ہیں جنکو اس فعل کا مذموم ہونا بھی معلوم نہیں ان لوگوں کی اصلاح کیلئے یہ رسالہ مسمیٰ بہ

غصب المیراث

مصنف :- حضرت مولانا عبدالکریم گمتھلوی رحمہ اللہ

نظرثانی :- حکیم الامّت حضرت مولانا شاہ محمّد اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ

ملنے کا پتہ :

حضرت اقدس الحاج مفتی افتخار الحسن صاحب مدظلہ

کاندھلہ مظفرنگر (یوپی)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
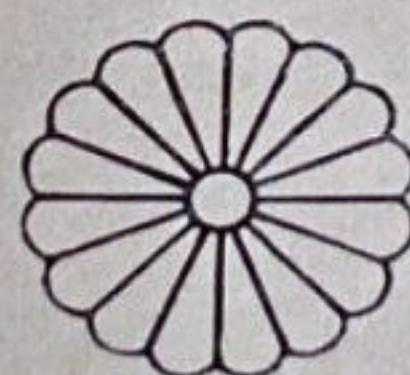
بعد حمد و صلوٰۃ گذارش ہے کہ مسلمانوں میں بالخصوص مسلمانان پنجاب و سرحد میں منجملہ دیگر کوتاہیوں کے ایک بہت بڑی کوتاہی یہ ہے کہ وہ عموماً ترکہ کو خلافِ شریعت تقسیم کرتے ہیں۔

مثلاً بیٹی ماں بہن بیوی وغیرہا وارثانِ شرعیہ کو محروم کیا جاتا ہے۔ اور پسرِ میّت کی موجودگی میں اس کا باپ یا دادا بھی محروم سمجھا جاتا ہے۔ اور چونکہ یہ کوتاہی سب طبقوں میں عام ہے۔ کوئی جماعت اس سے بچی ہوئی نہیں۔ خواندہ ناخواندہ دُنیا دار اور مدعیانِ دین سب اس وبائے عام میں مبتلا ہیں۔ الّا ماشاء اللہ اسی لئے زیادہ قابلِ توجہ ہے۔ اس ظالمانہ رسمِ جاہلیت کی یہاں تک پابندی کی جاتی ہے کہ اسی کو عدل و انصاف سمجھ کر سب کو اس پر عمل کے لئے مجبور کیا جاتا ہے۔ اور حکمِ شریعت پر عمل کرنے سے روکا جاتا ہے۔ اور خود عمل نہ کرنے اور دوسروں کو روکنے کے علاوہ اس حکمِ خداوندی سے اکثر لوگ محض ناواقف بھی ہیں۔ اور جن کو کسی طرح سے واقفیت ہوگئی ہے وہ بھی اتنا ضروری اعتقاد نہیں کرتے جتنا کہ شریعت میں ہے۔ اور اگر کوئی پوری ضرورت سے بھی واقف ہے۔ تو وہ دوسروں کے عمل کا انتظار کرتا ہے۔ یا بوجہ مسئلہ معلوم نہ ہونے کے ہمشیرہ وغیرہ سے فقط معاف کرانے پر بس کرتا ہے۔ دیتا کوئی نہیں اور بے علمی خواہ اصل مسئلہ سے ہو یا

اس کے احکام سے، بدعملی سے بڑھ کر ہے، کیونکہ جاننے والے سے امید ہوتی ہے کسی وقت عمل کرنیکی اور اپنی خطاء کا اقرار اور اس سے استغفار کی بخلاف بے علم کے کہ جہالت کیوجہ سے ہمیشہ غلطی میں مبتلا رہتا ہے۔ اور باوجود اسقدر سخت اور عام کوتاہی ہونیکے مصلحین کیطرف سے اب تک کوئی معتدبہ انتظام واہتمام اصلاح کا نہ ہونا زیادہ قابلِ افسوس ہے اور باعث ہے اس کی زیادتی کا۔

اگرچہ ان میں بعض کسی عذر صحیح کیوجہ سے قابلِ مؤاخذہ نہ ہوں لیکن جو حضرات کوئی عذر نہیں رکھتے وہ مؤاخذہ سے کیسے بچ سکتے ہیں بالخصوص اپنے عمل کے متعلق تو ناواقف تک سے بھی باز پرس ہوگی کیونکہ بے علمی کی وجہ سے گرفت نہ ہونیکی کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کے خلاف دلیل موجود ہے۔

ان سب پہلوؤں پر نظر کرتے ہوئے اس مسئلہ کی اشاعت نہایت ہی ضروری ہے۔ اسلئے چند آیات واحادیث لکھی جاتی ہیں تاکہ ان کو دیکھ کر اس حکمِ شرعی کی تاکید وضرورت اور اس رواجِ عام کی تردید ومذمت جملہ ناظرین وسامعین پر ظاہر ہوجاوے۔ امید کہ اس مختصر رسالہ کو کثیر تعداد میں شائع کرکے ونیز دیگر ممکن طریقہ سے تقریراً تحریراً اس خدائی وصیت کو پہنچاکر اس فریضۂ متروکہ کو زندہ کرنے میں ضرور بالضرور کافی حصہ لیا جاویگا. حق تعالیٰ اس امید کو پورا فرماوے۔ اور اس ظلم عظیم کو مٹاوے۔ آمین ثم آمین۔

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اَمَّا بَعْد

فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لِلرِّجَالِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیْبٌ مِّمَّا تَرَکَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْہُ اَوْ کَثُرَ نَصِیْبًا مَّفْرُوْضًا ٥

یعنی مَردوں کا بھی حصہ ہے اسمیں سے جو ماں باپ اور نزدیک رشتہ داروں نے چھوڑا اور عورتوں کیلئے بھی حصہ ہے اسمیں سے جو چھوڑا ہے ماں باپ نے اور قریبی رشتہ داروں نے ترکہ کم ہو یا زیادہ وہ سب میں سے ہے حصہ مقرر کیا ہوا۔

(چاہے ترکہ جائداد صحرائی یا مکان دُکان وغیرہ ہو چاہے نقد برتن کپڑے وغیرہ ہوں۔ اور خواہ نقد موجود ہو خواہ کسی پر میّت کا قرض آتا ہو سب میں مَردوں کیطرح عورتیں بھی حقدار ہیں۔) اس آیت سے صراحۃً معلوم ہوا کہ مَردوں کیطرح عورتوں کا بھی حصہ ہے۔ یعنی جیسا کہ بیٹا پوتا وغیرہ اپنے ماں، باپ، دادا، دادی وغیرہ کا وارث ہوتا ہے۔ ایسا بیٹی پوتی وغیرہ بھی حقدار اور وارث ہیں۔ اور جیسا کہ بھائی وارث ہوتا ہے بھائی بہن کا جبکہ کوئی حاجب نہ ہو ایسا ہی بہن بھی اس ورثہ میں شریک ہے۔ اور جیسا کہ خاوند بیوی کا وارث ہوتا ہے۔ ایسا ہی بیوی بھی ہر حال میں وارث ہے۔

اور اس آیت میں تو عورتوں اور مَردوں کا مستحقِ میراث ہونا ارشاد فرمایا ہے۔ آئندہ رکوع میں ان کے حصص بیان فرماتا ہے۔ یُوْصِیْکُمُ اللّٰہُ فِیْٓ اَوْلَادِکُمْ لِلذَّکَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَیَیْنِ یعنی اللہ تعالےٰ تم کو تمہاری اولاد کے بارہمیں وصیت (اور حکم) کرتا ہے

ع۵ النساء ع۲ النساء آیت ۱۱

کہ مرد (یعنی بیٹے) کے لئے دو عورتوں (یعنی بیٹیوں) کے حصّہ کے برابر ہے۔

پس اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی وارث ہوں تو ایک تہائی بیٹی کو اور دو تہائیاں بیٹے کو ملیں گی۔ اور اگر دو بیٹیاں اور ایک بیٹا ہو تو آدھا بیٹے کو اور آدھے میں سے دونوں بیٹیوں کو برابر برابر ملیگا۔ اور اگر دو بیٹے اور ایک بیٹی ہوں تو پانچواں حصّہ بیٹی کا ہے اور باقی دونوں بیٹے تقسیم کریں۔ غرض بیٹی کا اکہرا اور بیٹے کا دوہرا حصّہ ہے۔ یہ نہیں کہ تہائی میں بیٹیاں شریک اور دو تہائی میں بیٹے جیساکہ بعض کو خیال ہو جاتا ہے۔ اور یہ جب ہے کہ بیٹا بیٹی دونوں وارث ہوں۔ اور اگر فقط بیٹا ہو تو (جو اولاد کا حق ہے وہ) کل اس کو ملیگا۔ اور اگر فقط بیٹی ہو تو اسکا بیان آئندہ آتا ہے۔ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ یعنی پس اگر عورتیں (یعنی بیٹیاں) ہی ہوں وہ دو سے زیادہ ہوں تو ان کے لئے دو تہائیاں ہیں۔ کل ترکہ میں سے اور اگر ایک ہی (بیٹی) ہو تو اس کیلئے آدھا ترکہ ہے پس یہ جو رواج ہے کہ بیٹی کو حصّہ نہیں دیا جاتا یہ ظلم ہے۔ اور بعض لوگ بیٹا نہ ہونے کی حالت میں تو بیٹی کو حصّہ دے دیتے ہیں۔ اور بیٹا موجود ہو تو بیٹی کو حق نہیں دیتے یہ بھی ظلم ہے۔ دونوں حال میں بیٹی کا حقدار ہونا اس آیت میں موجود ہے۔ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ فَاِنْ كَانَ لَهٗ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَا اَوْ دَيْنٍ یعنی میت کے ماں باپ کیلئے ہر ایک کے واسطے چھٹا چھٹا حصّہ ہے ترکہ میں سے اگر میت کی کوئی اولاد (لڑکا یا لڑکی) بھی ہو اور اگر اسکی اولاد نہ ہو اور اسکے ماں باپ ہی وارث ہوں، تو اسکی ماں کیلئے تہائی ہے۔ اور دو تہائی باپ کیلئے ہے۔ اور اگر میت کی بیوی بھی موجود ہو تو اس کو چوتھائی دینے کے بعد یہ تقسیم ہوگی۔ اسی طرح اگر میت عورت ہو اور اسکے ماں باپ اور خاوند موجود ہوں تو خاوند کو نصف دیکر باقی نصف کے تین حصّہ کرکے

سہ النساء آیت ۱۱ سہ النساء آیت ۱۱۔

ایک ماں کو اور دُو باپ کو دیئے جائیں۔ اور اگر اس کے بھائی بہن بھی ہوں (یعنی کم از کم دُو بہن دُو بھائی یا ایک بہن ایک بھائی ہوں) تو اسکی ماں کیلئے چھٹا حصہ ہے۔ بعد اس وصیت (پوری کرنے) کے جو اس نے کی ہو (اور شریعت میں معتبر ہو) یا قرض (ادا کرنے) کے (جو شرعاً اسکے ذمہ ہو) اس آیت میں صاف موجود ہے کہ اگر کسی کا بیٹا اور باپ دونوں وارث ہوں تب بھی باپ کو حق پہونچتا ہے پس یہ جو رواج ہے کہ بیٹا کل ترکہ لے لیتا ہے یہ ظلم ہے اس صورت میں چھٹا حصہ والد کو دیکر باقی بیٹے کا ہے۔ اسی طرح ماں ہر حال میں وارث ہے۔ اس کو کسی حال میں وارث قرار نہیں دیا جاتا یہ بھی خلافِ شریعت اور حرام ہے۔ بعض لوگوں کو اس حکم میں وسوسہ ہو سکتا تھا۔ اور جو انمیں عام رسم ہے اسمیں کچھ خوبی کا خیال ہو سکتا تھا اسکو رفع کرنے کیلئے ارشاد فرمایا ہے۔ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا. فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ط اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا o یعنی تمہارے اصول و فروع (ماں باپ بیٹا بیٹی وغیرہ) جو ہیں تم پورے طور پر نہیں جان سکتے ہو کہ ان میں کونسا شخص تم کو (دنیاوی یا اخروی) نفع پہنچانے میں نزدیک تر ہے۔ یہ حکم من جانب اللہ مقرر کیا گیا ہے اور یہ امر بالیقین (مسلم ہے کہ) اللہ تعالیٰ بڑے علم اور حکمت والے ہیں۔ پس جو حکمتیں انہوں نے اپنے علم سے اسمیں ملحوظ رکھی ہیں وہی قابلِ اعتبار ہیں اس لئے تمہاری رائے پر نہ رکھا۔ وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ اَزْوَاجُكُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهُنَّ وَلَدٌ. فَاِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ. فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۔ اور تمہارے لئے آدھا ہے، اُسکا جو چھوڑا ہے تمہاری بیویوں نے اگر ان کی اولاد نہ ہوں پس اگر ان کی اولاد ہو تو تمہارے لئے چوتھائی ہے۔ اسمیں سے جو چھوڑا انہوں نے بعد اس وصیت (جائز پوری کرنے) کے جو وہ کریں یا قرض (ادا کرنے) کے اور ان (بیویوں) کیلئے چوتھائی ہے اس میں سے جو

عہ النساء آیت ۱۰ عہ النساء آیت ۱۱۔

چھوڑا تم نے اگر تمہاری اولاد نہ ہو، اور اگر تمہاری اولاد (بیٹا بیٹی پوتا پوتی کوئی) ہو تو ان (بیویوں) کے واسطے آٹھواں حصہ ہے۔ اسمیں سے جو چھوڑا ہے تم نے بعد اس (جائز) وصیت کے جو تم کر دیا قرض کے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ خاوند کے ترکہ میں بیوی کا آٹھواں حصہ ہے۔ اور لاولد خاوند کے ترکہ میں سے چوتھائی ہے۔ وہ کسی صورت میں کل ترکہ کی وارث نہیں ہوسکتی اور نہ بالکل محروم ہوسکتی ہے۔ پس یہ رواج کے بعض صورتوں میں بیوی سب کی مالک بن بیٹھتی ہے باطل ہے۔ اسکو چاہیئے کہ اپنا حصہ مذکورہ سے زائد شوہر کے دیگر ورثہ بیٹا بیٹی بھائی یا بہن وغیرہ کو دیدے۔ اسی طرح یہ دستور کہ عورت اگر نکاح ثانی کرلے تو اسکو خاوند کے ترکہ میں سے کچھ نہیں ملتا ظلم اور حرام ہے۔ اسی طرح بیٹوں کا سب ترکہ پر قابض ہو جانا اور بیوی کو محروم کرنا بھی ناجائز ہے۔ اور نیز یہ رواج کہ خاوند بیوی کا کُل مال خود لے لیتا ہے خلافِ شرع ہے۔ اسکو اپنا حصہ مقررہ لیکر بقیہ دیگر شرعی وارثوں کو دینا لازم ہے۔ وَاِنْ كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ كَلٰلَةً اَوِ امْرَاَةٌ وَّلَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ فَاِنْ كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاۗءُ فِي الثُّلُثِ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصٰى بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۙ غَيْرَ مُضَاۗرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ۔[1] یعنی اگر وہ شخص جس کی میراث لیجاتی ہے کلالہ ہو (یعنی نہ اُسکا باپ ہو اور نہ اسکی کوئی اولاد ہو) یا عورت (ایسی ہی) ہو اور اُس کے (ماں شریک) بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک بھائی بہن کیلئے چھٹا حصہ ہے۔ پس اگر وہ (بھائی بہن) اس سے (یعنی ایک سے) زیادہ ہوں تو وہ تہائی میں شریک ہیں۔ بعد وصیت کے جو کی جاوے یا قرض کے، بشرطیکہ کسی کو ضرر نہ پہنچاوے یہ حکم کیا گیا ہے، اللہ کی طرف سے اور اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا تحمل والا ہے۔

اور آخر سورۃ میں ہے۔ يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗٓ اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا

---

[1] النساء آیت ۱۱ [2] النساء آیت ۱۷۶

وَلَدٌ فَاِنْ كَانَتَا اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ وَاِنْ كَانُوْٓا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ؁

یعنی حکم دریافت کرتے ہیں آپ سے فرما دیجئے کہ کلالہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ تم کو یہ حکم دیتا ہے کہ اگر کوئی مرد (یا عورت) مرجاوے اور اس کی کوئی اولاد (پسری) نہو (اور نہ باپ ہو) اور اس کی ایک بہن (سگی یا باپ شریک) ہے تو اس کیلئے نصف ہے (اور اگر اولاد دختری موجود ہو تو اسکا حصہ مقررہ دیگر بقیہ بھائی بہن کو دیا جاوے) اور بھائی بھی وارث ہوتا ہے بہن (اور بھائی) کا اگر اس بہن (بھائی) کی اولاد نہو اور اگر بھائی بہن (دونوں وارث) ہوں تو مرد کیلئے دو عورتوں کے حصّہ کے برابر ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے لئے (احکام) بیان کرتا ہے تاکہ تم گمراہ نہ ہو۔ اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے۔

ان دونوں آیتوں سے معلوم ہوا کہ بیٹا اور باپ نہ ہونیکی حالت میں جیسا کہ بھائی وارث ہے، ایسا ہی بہن کو حق وراثت پہنچتا ہے۔ بہن کو محروم قرار دینا صریح ظلم ہے۔ اور یوصیکم اور فریضۃ من اللہ اور وصیۃ من اللہ میں ان احکام کی بہت بڑی تاکید فرمانے کے علاوہ ارشاد ہے۔ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ؁ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ؁

یعنی یہ اللہ کی حدیں ہیں اور جو کوئی اللہ اور اُسکے رسُول کی فرمانبرداری کرے اس کو اللہ تعالیٰ بہشتوں میں داخل کریگا، جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اسکے رسُول کی نافرمانی کرے اور اسکی حدوں سے (بالکل ہی) گذر جاوے اسکو خدا (دوزخ کی) آگ میں داخل کریگا۔ اسمیں ہمیشہ رہیگا۔ اور اسکے واسطے ذلیل کرنیوالا عذاب ہے۔ اس سے زیادہ کیا تاکید ہوسکتی ہے کہ مخالفت کرنیوالے کے واسطے ہمیشہ کا عذاب ہے۔ خدا سب کو بچاوے۔ اور اس مقام پر گنجائش

---

۵ النساء آیت ۱۱

نہ ہونیکی وجہ سے یہ مختصر بیان کیا گیا۔ مفصل بیان فرائض کی کتابوں سے معلوم ہو سکتا ہے۔ اس مختصر اور مجمل بیان سے ہی معلوم ہو گیا کہ رواج عام میں کتنے حقداروں کی حق تلفی کیجاتی ہے۔ اور وہی مقصود مقام ہے۔ اور حق تلفی کی ممانعت ومذمت آیتِ بالا کے علاوہ دوسری آیات واحادیث میں بھی وارد ہوئی ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰۤى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ وَلَا تَاْكُلُوْۤا اَمْوَالَهُمْ اِلٰۤى اَمْوَالِكُمْ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۔ اور تم یتیموں کو انکا مال دیدو اور پاک (مال) سے نیک (مال) مت بدلو اور یتیموں کا مال اپنے مال میں ملا کر مت کھاؤ بیشک وہ بڑا گناہ ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ حلال میں حرام مل جاوے تو اس کا کھانا حرام ہے اسمیں حرام کم ہو یا زیادہ اور ارشاد ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِى الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۔ یعنی اے لوگوں جو چیزیں زمین میں ہیں ان میں سے حلال پاک چیزوں کو کھاؤ اور فرمایا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ ۔ یعنی اے ایمان والو جو پاک (حلال) چیزیں ہم نے تم کو مرحمت فرمائی ہیں اُن میں سے کھاؤ اور ارشاد فرمایا ہے اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ۔ یعنی بیشک جو لوگ یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں وہ اپنے پیٹ میں آگ بھرتے ہیں۔ اور عنقریب وہ لوگ آتشِ دوزخ میں داخل ہوں گے۔ اور ارشاد ہے۔ وَتَاْكُلُوْنَ التُّرَاثَ اَكْلًا لَّمًّا ۔ وَّتُحِبُّوْنَ الْمَالَ حُبًّا جَمًّا ۔ یعنی اور تم میراث کا سارا مال سمیٹ کر کھاتے ہو (یعنی دوسروں کا حق بھی کھا جاتے ہو) اور مال سے بہت ہی محبت رکھتے ہو (اور اعمالِ مذکورہ سب اسی کی فرع ہیں کیونکہ حُبِّ دُنیا جڑ ہے تمام گناہوں کی) اور رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔ انما انا بشر وانکم تختصمون الیّ ولعلّ بعضکم ان یکون الحن بحجّته من بعضٍ فاقضی علٰے نحو ما اسمع منه فمن

ے کما ھو ظاھر من العلوم

تضیت لہٗ بشیٔ من حق اخیہِ فلا تاخذنہ فانما اقطع لہٗ مِن النار۔ رواہ البخاری عن اُمّ سلمۃ (مشکوٰۃ) یعنی بیشک میں بشر ہوں اور تحقیق تم میری طرف جھگڑتے آتے ہو۔ اور شاید تم میں سے بعض اپنی حجت خوب بیان کرنیوالا ہو بعض سے پس میں جو اس سے سُنتا ہوں اس کے موافق فیصلہ کرتا ہوں۔ پس جس شخص کے واسطے اس کے بھائی کے حق میں سے (اس کے دعوے و حجت کے مطابق) کسی چیز کا فیصلہ کردوں تو وہ اس کو ہرگز نہ لیوے۔ کیوں کہ حقیقت میں اس کے لئے ایک آگ کا ٹکڑا کاٹ (کردے) رہا ہوں۔

اس آیت و حدیث سے معلوم ہوا کہ حرام مال آگ ہے جو کسی کا مال ناحق کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں آگ بھر رہا ہے۔ عن ابن عُمرؓ قال قال رسُول اللہ صلّی اللہُ عَلَیہِ وَسَلّم الظُّلمُ ظُلمات یوم القیٰمۃِ۔ رواہ البخاری ومُسلم والترمذی (ترغیب ص ۳۸۹) ظلم کرنا قیامت کے دن اندھیریاں (یعنی اندھیریوں کا سبب ہے (جو کہ انسان کو جنت میں جانے سے روکنے والی ہیں) عن سعید بن زیدٍ قال قال رسُولُ اللہِ صلّی اللہُ علیہِ وسلّم مَن اخذ شبرًا مِن الارضِ ظُلمًا فانہٗ یطوقہٗ یوم القیٰمۃِ سبع ارضین۔ متفقٌ علیہِ (مشکوٰۃ ص ۲۱۵) یعنی جس نے ایک بالشت بھر زمین بھی ناحق لے لی۔ ضرور وہ اس کے گلے میں طوق کرکے پہنائی جاویگی سات زمینوں تک وعن سالمٍ عن ابیہِ قال قال رسُولُ اللہ صلّی اللہُ عَلَیہِ وَسلّم، مَن اخذ شیئًا مِن الارضِ بغیرِ حقہٖ خسف بہٖ یوم القیٰمۃِ سبع ارضین۔ رواہ البخاری (مشکوٰۃ ص ۲۱۵) یعنی جس نے کچھ زمین ناحق لے لی اس کو قیامت کے دن سات زمینوں تک دھنسایا جاویگا۔ وعن یعلیٰ بن مرّۃ قال سمعتُ رسُول اللہِ صلّے اللہُ علیہِ وسلّم یقُول ایما رجلٍ ظلم شبرًا مِن الارضِ کلفہ اللہُ عزّ وجلّ ان یحفرہ حتی یبلغ بہ اخر

سبع ارضین ثم یطوقه یوم القیمة حتی یقضی بین الناس۔ رواہ احمد والطبرانی وابن حبان فی صحیحہ ترغیب (ص ۳۳۵)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے بالشت بھر (یعنی بہت تھوڑی سی) زمین بھی ازراہِ ظلم لے لی۔ اللہ عزّوجلّ اس کو قبر میں تکلیف دیگا کہ اس (ظلم سے لی ہوئی زمین) کو کھودے یہاں تک کہ زمینوں کے آخر تک پہنچ جاوے۔ پھر وہ اس کے گلے میں پہنائی جاویگی جب تک کہ لوگوں میں فیصلہ کیا جاوے۔ وفی روایته لاحمد والطبرانی عنه قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من اخذ ارضا بغیر حقها کلف ان یحمل ترابها الی المحشر (ترغیب ص ۳۳۵) یعنی جس نے ناحق کچھ زمین لی اس کو سزا دیجاوے گی کہ اس (ظلم سے لی گئی زمین) کی مٹی میدانِ حشر تک اٹھا کر لے جاوے۔ ان روایتوں سے معلوم ہوا کہ جتنی زمین ناحق دبائی ہے اس کو ساتویں زمین کے نیچے تک کھودنا پڑیگا۔ اور پھر اس کو اٹھا کر میدان حشر تک لیجانا ہوگا بعد ازاں اس کے گلے میں ڈالی جاویگی۔ اور فیصلہ ہونے تک رہے گی (اور بعد ازاں دوسرے عذابوں کا سامنا ہوگا۔ خدا محفوظ رکھے) وعن ابی بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قال لا یدخل الجنة جسد غذی بالحرام رواہ ابو یعلی۔ والبزار، والطبرانی فی الاوسط والبیهقی وبعض اسانیدهم حسن (ترغیب ص ۳۱۱)

حضرت صدیق اکبرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں وہ جسم داخل نہ ہوگا جس کو حرام غذا دی گئی ہے۔ اور اگر حرام مال سے زکوٰۃ صدقہ دیا جاوے یا نماز روزہ اور حج میں خرچ کیا جاوے تو وہ قبول نہیں ہوتے کیونکہ حق تعالیٰ شانہ، ارشاد فرمایا ہے یا ایها الذین امنوا انفقوا من

طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○

یعنی اے ایمان والو اپنی کمائی میں سے عمدہ (یعنی حلال پاک) چیز کو اور جو ہم نے زمین سے تمہارے لئے پیدا کیا ہے اس میں سے خرچ کیا کرو۔ اور ردی چیز کی طرف خیال مت لیجایا کرو کہ اس میں سے خرچ کردو، حالانکہ تم کبھی اس کے لینے والے نہیں۔ ہاں مگر چشم پوشی کر جاؤ۔ اور یقین رکھو کہ اللہ تعالیٰ کسی کے محتاج نہیں ہیں۔ تعریف کے لائق ہیں۔ اس آیت میں مالِ طیّب خرچ کرنیکا حکم ہے۔ اور خبیث سے منع فرمایا ہے۔ اور حرام سے بڑھ کر کیا خبیث ہوگا۔ اور حدیث شریف میں ہے: لایقبل اللہ الا الطیّب۔ رواہ البخاری ومسلم والنسائی والترمذی وابن ماجۃ وابن خزیمۃ فی صحیحہ عن ابی ھریرۃ (ترغیب ص ۱۴۸) یعنی اللہ تعالیٰ حلال کے علاوہ قبول نہیں کرتا۔ وعنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلّم اذا ادیت زکوٰة مالك فقد قضیت ما علیك ومن جمع مالاً حراماً ثمّ تصدّق به لم یکن له فیه اجر وکان اصرہٗ علیه۔ رواہ ابن حبّان وابن خزیمۃ فی صحیحیهما والحاکم۔

(ترغیب ص ۳۰۹)

یعنی جب تو نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کی تو جو تیرے ذمہ (حکم) تھا وہ پورا کر دیا۔ اور جس نے حرام مال جمع کیا پھر وہ صدقہ کر دیا تو اس میں اس کو کچھ ثواب نہیں ہوا۔ اور اس (مال حرام) کا گناہ اس کے ذمہ رہیگا۔ (صدقہ سے نہ اس کو صدقہ کا ثواب ملیگا اور نہ ظلم کا گناہ معاف ہوگا۔ بلکہ جب صاحب حق کو دیدے گا تب سبکدوش ہوگا۔)

وعنه قال قال رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلم ان اللّٰه طیّبٌ لا یقبل الّا طیّباً وانّ اللّٰه اَمَر المؤمنین بما اَمَرَ به المرسلین فقال یٰٓاَیُّهَا الرُّسُلُ کُلُوْا

مِنَ الطَّیِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا۔ وقال تعالیٰ یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُلُوْا مِنْ طَیِّبَاتِ مَا رَزَقْنٰکُمْ ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر یمد یدیه الی السماء یقول یارب یارب ومطعمه حرام ومشربه حرام وملبسه حرام وغذی بالحرام انّٰی یستجاب لذٰلك۔ رواہ مسلم (مشکوٰۃ ص ۲۰۳)

تحقیق اللہ تعالیٰ پاک ہے۔ پاک کے سوا قبول نہیں کرتا اور اللہ تعالیٰ نے جسکا حکم رسُولوں کو دیا ہے، اسکا حکم مؤمنوں کو بھی دیا ہے۔ پس فرمایا ہے اے رسُولو! حلال رزقوں سے کھاؤ اور اچھے عمل کرو۔ اور فرمایا ہے اے مؤمنو! جو پاک چیزیں ہم نے تم کو دی ہیں ان میں سے کھاؤ۔

پھر (آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے) اس شخص کا ذکر فرمایا جو کہ (حج وغیرہ کے لئے) پراگندہ بال غبار آلودہ دراز سفر کرتا ہے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کیطرف پھیلا کر کہتا ہے یارب یارب حالانکہ اسکا کھانا حرام اور اسکا پینا حرام ہے اور اس کا لباس حرام ہے اور حرام ہی سے پرورش کیا گیا ہے۔ پس کہاں قبول کیا جاوے اسکے واسطے۔ ان احادیث وآیات سے معلوم ہوا کہ اس رواجِ عام کی وجہ سے حق تلفی کا گناہ ہونیکے علاوہ عباداتِ مالیہ (صدقہ وغیرہ) وبدنیہ (نماز وغیرہ) بھی قبول نہیں ہوتیں اس سے زیادہ کیا خسارہ ہوسکتا ہے۔ وعن ابی هُریرۃؓ انّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَتَدْرُوْنَ مَا الْمُفْلِسُ قَالُوْا الْمُفْلِسُ فِیْنَا مَنْ لَا دِرْهَمَ لَهٗ وَلَا مَتَاعَ فَقَالَ اِنَّ الْمُفْلِسَ مِنْ اُمَّتِیْ مَنْ یَاْتِیْ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ بِصَلٰوۃٍ وَزَکٰوۃٍ وَقَدْ شَتَمَ هٰذَا وَاَکَلَ مَالَ هٰذَا وَسَفَكَ دَمَ هٰذَا وَضَرَبَ هٰذَا فَیُعْطٰی هٰذَا مِنْ حَسَنَاتِهٖ وهٰذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضی مَا علیهِ اخذ من خطایاهم فطرحت علیه ثم طرح فی النار۔ رواہ مسلم۔

(مشکوٰۃ ص ۴۳۱)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے (صحابہ سے)

فرمایا کہ آیا تم جانتے ہو کہ مفلِس کون ہے؟۔ انھوں نے عرض کیا کہ ہم میں مفلِس وہ ہے کہ

جس کے پاس نہ درہم ہو نہ کچھ سامان۔ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا کہ درحقیقت میری امّت

میں مفلِس وہ ہے کہ قیامت کے دن نماز روزے اور زکوٰۃ سمیت آویگا اس حالت

میں کہ کسی کو گالی دی ہے اور کسی کو تہمت لگائی ہے، اور کسی کا (ناحق) مال کھایا ہے۔

اور کسی کا خون کیا ہے اور کسی کو (ناحق) مارا ہے۔ پس اس کی کچھ نیکیاں اس (مظلوم) کو

دیدی جاوینگی اور کچھ اس (مظلوم) کو۔ پھر اگر اس کی نیکیاں اِن (حقوق) کے ادا ہونے

سے پیشتر ختم ہوجائیں جو اس پر ہیں تو ان (مظلوموں) کے گناہ اس پر ڈالے جائینگے۔

پھر (وہ دوزخ کی) آگ میں ڈالا جاویگا۔ وعن سلمان الفارسی سعد بن مالك و

حُذیفة بن الیمان وعبد اللہ بن مسعود حتی عد ستة او سبعة من اصحاب النبی

صَلی اللہ علیه وسَلم قالوا انّ الرّجل لترفع له یوم القیٰمة صحیفة حتی یری انهٗ ناجٍ

فما تزال مظالم بنی اٰدم تتبعه حتی ما یبقی لهٗ حسنة وتحمل علیه من سیاتهم

رواہ البیهقی فی البعث باسناد جید۔ (ترغیب ص ۳۹۰)

حضرت سلمان فارسی اور سعد بن مالک و حذیفة بن الیمان و عبداللہ بن مسعودؓ

وغیرہ چھ یا سات صحابہ نے فرمایا ہے کہ (بعض) آدمی کے لئے اعمالنامہ اٹھایا جاویگا

(اور اسمیں بہت نیکیاں ہوں گی) یہاں تک کہ وہ (اس کو دیکھ کر) نجات کا یقین

کریگا پھر لوگوں پر کئے ہوئے ظلم (مطالبہ کے لئے) اس کے پیچھے لگے رہیں گے (اور انکا

بدلہ دیا جاویگا) یہاں تک کہ اس کی کوئی نیکی باقی نہ رہے گی۔ اور ان

(مظلوموں) کے گناہ (حساب پورا کرنے کی مقدار) اس پر ڈالے جاویں گے۔

اور رسُول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

من کانت له مظلمة لاخیه من عرضه او شئ فلیتحلل منه الیوم قبل ان

لا یکون دینار ولا درھم ان کان لهٗ عمل صالح اخذ منه بقدر مظلمة وان لم یکن لهٗ حسنات اخذ سیاٰت صاحبه فحمل علیه - رواہ البخاری عن ابی ھریرة (مشکوٰة ص ۳۷۰) یعنی جس پر کسی بھائی کی آبروریزی یا اور کسی قسم کا (جانی مالی) حق ہو اس کو چاہئے کہ اس سے آج ہی سبکدوشی حاصل کرلے اس (دن) سے پہلے کہ نہ دینار ہوگا اور نہ درہم (بلکہ) اگر اس کے پاس نیک عمل ہوں گے تو ان میں سے اس کے ظلم کے موافق (یعنی جو اس کا عوض ہوجاویں وہ) لیئے جاویں گے - اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوں گی تو اس کے فریق کے گناہوں میں سے لیکر اس پر ڈال دیئے جاویں گے - وعن ابی امامةؓ قال قال رسُول اللہ صلی اللہ علیه وسلّم ان اللہ لیملی الظالم حتی اذا اخذ لم یفلته ثم قرأ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ - متفق علیه (مشکوٰة ص ۳۷۰)

یعنی بیشک اللہ تعالیٰ ظالم کو مہلت دیتا ہے یہاں تک کہ جب پکڑیگا تو چھوڑیگا نہیں - پھر آنحضرت صلے اللہ علیه وسلم نے یہ آیت تلاوت فرمائی وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ - الاٰیة یعنی اسی طرح تیرے رب کا پکڑنا ہے جس وقت بستیوں کو (یعنی بستی والوں کو) پکڑتا ہے اس حال میں کہ وہ (بستی والے) ظالم ہوں، غرض وہاں ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا - اور سب حقداروں کے حق ادا کرنے ہوں گے - اور اس حرام کھانے کا مزہ معلوم ہوجائیگا -

قَالَ اللہ تعالیٰ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ ٥ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ ٥ پس جس نے ذرہ برابر نیکی کی وہ اس کو دیکھے گا - اور جس نے ذرہ برابر بدی کی وہ اس کو بھی دیکھے گا -

وعن ابی ھُریرةؓ قال قال رسُول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لتؤدن الحقوق الیٰ اھلھا یوم القیٰمه حتی یقاد للشاة الجلحاء من الشاة القرناء - رواہ مسلم -

(مشکوٰۃ ص ۳۷۱) یعنی قیامت کے دن حقداروں کے حق ضرور بالضرور ادا کیے جائیں گے۔ یہاں تک کہ سینگ والی بکری سے بے سینگ بکری (کے مارنے کا بھی) بدلہ لیا جاویگا۔ ان آفتوں کا خطرہ ہوتے ہوئے حرام کھانا اور ظلم کرنا کون عقلمند پسند کر سکتا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ قُل لَّا يَسْتَوِي الْخَبِيثُ وَالطَّيِّبُ۔ اس کے علاوہ اور بہت آیتیں اور حدیثیں ہیں بوجہ اختصار کے انہیں پر اکتفاء کیا گیا۔ سب مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس ظلم عظیم کو ترک کر دیں اور موافقِ شریعت ترکہ تقسیم کیا کریں۔ ونیز جن حقداروں کے حقوق ابتک دبے ہوئے ہیں ان کے حقوق بھی دیدیں۔ جہاں تک شرعی قواعد سے تحقیق ہوسکے وہاں تک تحقیق کرنا اور دینا ضروری ہے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ بہنوں کو تو دیدیں گے لیکن پھوپھی اور والد کی پھوپھی کا حق تو باپ دادا نے دبایا ہے اس کا ہم سے مؤاخذہ کیسے ہوسکتا ہے۔ ان کو خیال کرنا چاہیئے کہ جس طرح کسی کا حق دبانا حرام ہے اسی طرح جو زمین وغیرہ ناحق دبائی ہوئی ہے وہ لینا بھی ہر طرح حرام ہے۔ خواہ وراثت میں آئے خواہ معاوضہ یا ہبہ میں ملے۔ پس جس طرح والد کے ترکہ میں سے بہن وغیرہ کو حصہ دینا ضروری ہے اسی طرح دادا کے ترکہ میں سے پھوپھی وغیرہ اور پردادا کے ترکہ میں سے والد کی پھوپھی وغیرہ وارثانِ شرعیہ کو دینا ضروری ہے۔ اور پنجاب وغیرہ میں جو شریعت کے خلاف قانون رواجِ عام بنا رکھا ہے اسکی مخالفت اور تردید کرنا فرض ہے۔ اس کو جلد از جلد منسوخ کرنا لازم ہے۔ اور جب تک یہ قانون باطل منسوخ نہ ہو اور اس کی وجہ سے شریعت کے مطابق جائداد منتقل نہ ہوسکے اس وقت تک کسی اور طرح حقداروں کا حق پہنچانا فرض ہے۔ مثلاً ہبہ نامہ یا بیعنامہ کے ذریعہ انتقال درج کرا دے۔ اگر یہ نہ ہوسکے تو حساب کرکے صاحبِ حق کی رضامندی سے نقد دیدیا جاوے۔ اگر اس کی گنجائش نہ رکھتا ہو تو جائیداد فروخت کر دے۔ اور اگر بالفرض کوئی صورت ممکن نہ ہو

تو ہمیشہ آمدنی (یعنی بٹائی و ٹھیکہ) میں سے حصہ دیتا رہے۔ اس سے نہ کوئی قانون منع کر سکتا ہے نہ کچھ عذر مانع ہے۔ اگر کوئی غریب ہونے کا عذر پیش کرے تو وہ قبول نہ ہوگا۔ کیونکہ غریبی کی وجہ سے جیسا کہ اور ڈاکہ جائز نہیں ہو سکتا اسی طرح یہ ظلم بھی جائز نہ ہوگا۔ اور جائیداد کے علاوہ نقد اور کپڑے وغیرہ دینے میں تو کوئی رکاوٹ ہی نہیں۔ اور ان میں کچھ تصرف کر چکا ہے تو شریعت کے مطابق تدارک کر دے۔ اور اس حالت میں بھی قانون کی مخالفت کرتا رہے اور اپنے ترکہ کے متعلق وصیت کر دے۔ کہ شریعت کے موافق تقسیم ہو۔ جو شخص اس ناجائز قانون کی مخالفت نہ کریگا، اور جو وصیت نہ کریگا وہ قیامت تک اس ظلم میں شریک رہیگا۔ سخت افسوس ہے کہ مسلمان ہو کر حکمِ شریعت کی مخالفت اور تردید کرتے ہیں۔ اور حکمِ خداوندی میں قسم قسم کے بیہودہ شبہات کرتے ہیں۔

کوئی کہتا ہے کہ عورتوں کی شادی وغیرہ میں بہت کچھ خرچ ہو جاتا ہے۔ ترکہ میں انکا کیا حق ہے۔ لیکن مردوں کی شادی میں بھی خرچ ہوتا ہے اور پھر بھی وہ وارث قرار دیئے جاتے ہیں، اور جو کچھ باپ وغیرہ کے انتقال کے بعد بھائی وغیرہ نے خرچ کیا ہے بالفرض اس کو معاوضہ بھی تسلیم کیا جاوے تو یہ طریقہ بیع کا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ کہ کسی کی چیز زبردستی دبا کر جو چاہا اس کو دیدیا، چاہے وہ بیچنا چاہے یا نہ چاہے۔ اور خواہ وہ اس قیمت پر راضی ہو یا نہ ہو۔ وقال اللہ تعالیٰ یٰٓاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَیْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ۔

اے ایمان والو آپس میں ایک دوسرے کے مال ناحق طور پر مت کھاؤ لیکن کوئی تجارت ہو جو باہمی رضامندی سے ہو تو مضائقہ نہیں۔

ے اس مسئلہ کا نیز دوسرے ضروری مسائل کا مفصل و مدلل بیان مع تصدیق علمائے عظام رسالہ احکامِ وراثت میں موجود ہے۔ ۱۲

وعن ابی حرۃ الرقاشی عن عما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اَلَا لَا تَظلِمُوا اَلَا لَا یَحِلُّ مَالُ امرِیءٍ اِلَّا بِطِیبِ نَفسٍ مِّنہُ ۔ رواہ البیھقی والدارقطنی فی المجتبیٰ (مشکوٰۃ ص ۲۶۱) خبردار ظلم مت کرو، خبردار، کسی کا مال بغیر دل کی رضامندی کے حلال نہیں ہوتا۔ اسی طرح بھات وغیرہ دیکر بھی سبکدوشی نہیں ہوسکتی۔ خاصکر جبکہ مستورات بھی کچھ نہ کچھ ایسے موقع پر دیتی رہتی ہیں۔ پس یہ ایسا ہے جیسا کہ بھائی بھائی آپس میں اپنی وسعت کے موافق کم وبیش دیتے لیتے ہیں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ عورتوں کا خرچ مردوں کے ذمہ ہے، ان کو ورثہ کی ضرورت نہیں۔ مگر معلوم اس امیر بیٹے بھائی وغیرہ کو ورثہ کی کیا ضرورت ہے جو کہ اپنے خرچ سے بھی زیادہ آمدنی کی صورت اس ترکہ کے علاوہ رکھتا ہے۔ ونیز عورتوں کو اس خرچ کے علاوہ بھی تو ضرورت ہوتی ہے جو مردوں کے ذمہ ہے۔ اور کنواری وبیوہ کی ضرورت تو سب ہی مانتے ہیں۔ پھر ان کو خودمختار حقدار ہوتے ہوئے اپنا دست نگر کرنا اور حق تلفی کرنا کیا انصاف میں داخل ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ عورتیں شادی کرکے دُور دراز چلی جاتی ہیں وہ جائیداد کیسے لے سکتی ہیں۔ اس کا اوّل تو وہی جواب ہے کہ جو مرد اپنا وطن چھوڑ دیتے ہیں یا ملازمت، تجارت وغیرہ کے لئے دُور چلے جاتے ہیں ان کو کیوں حق دیا جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ ان کو انتظام کی دقت سے بچانے کے لئے خود ظلم کرنا کیسے روا ہوسکتا ہے۔ خاصکر جبکہ وہ خود مطالبہ کرکے اس دقت کو پسند کرتی ہوں۔ تیسرے جو عورتیں جائیداد متروکہ سے نزدیک رہتی ہیں ان کو بھی تو وارث نہیں قرار دیا جاتا۔ چوتھے یہ کہ جائیداد میں تو یہ دقت ان کو ہوتی لیکن نقد وغیرہ لینے میں کیا تکلف ہے۔ درحقیقت ان کو نہ نقد لینے میں تکلّف، نہ زمین لینے میں۔ البتہ دونوں کے دینے میں مَردوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ بعض لوگ جو دینداری کے مدّعی ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہماری بہن وغیرہ تو لیتی نہیں۔

اس نے معاف کردیا۔لیکن یہ تاویل صحیح نہیں۔کیونکہ اول تو وہ لینے میں بدنامی سمجھتی ہیں
یا جانتی ہیں کہ ہم قانوناً لے نہیں سکتے۔ اسلئے مجبوراً معاف کردیتی ہیں۔ اور جب تک
خوشی سے معاف نہ کرے معاف نہیں ہوتا۔چنانچہ اُوپر گذرا۔ دوسرے اگر کوئی خوشی
سے بھی چھوڑ دے اور معاف کردے تو ترکہ کا حق جب بھی زائل نہیں ہوتا۔کیونکہ
شریعت میں قرض وغیرہ کی معافی معتبر ہے۔اور حقِ ترکہ معاف کرانے سے بری الذّمہ ہونے
کی کوئی اصل نہیں۔پس معاف کرنا ان کا کسی حال میں معتبر نہیں۔ہرحال میں دینا
لازم ہے۔اور بغیر قبضہ کے ہبہ بھی صحیح نہیں۔ اسلئے ہبہ کرانے کی تاویل بھی صحیح نہیں۔
بلکہ قبضہ کرنے کے بعد اگر کسی کا دل چاہے تو ہبہ کرسکتی ہے۔نیز یہ سوال جب ہوسکتا ہے
جبکہ ان کو حقدار قرار دیا جائے۔اور پھر ان میں سے کوئی معاف کرنا چاہے،اور جن لوگوں
نے ان کو قانوناً محروم رکھا ہے وہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ خوشی سے چھوڑتی ہیں۔اور بالفرض
اس حالت میں بھی کوئی واقعی خوش ہو تو یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ چند مظلوموں کے خوش
ہونے کی وجہ سے سب کی محرومی کا قانون بنایا جاوے۔اور جو دعویٰ ومطالبہ بھی کرے
اس کو بھی نہ دیا جاوے۔ اس قانون کی ایسی مثال ہے جیساکہ چور ڈاکو خود ہی جواز
چوری وڈکیتی کا قانون پاس کردیں۔چنانچہ یہ قانون ان ہی ظالموں کی درخواست
پر حکومت نے بنایا ہے۔حکومت پر الزام رکھ کر بری نہیں ہوسکتا۔اگر سب ملکر
منسوخ کرانا چاہیں تو فوراً منسوخ ہوجائے۔حالانکہ چوروں کے قانون سے تو کیا
ہوسکتا ہے۔ اگر خود مالک بھی چور کو گرفتار کرانا نہ چاہے تو حکومت مدعی ہوتی ہے
کیونکہ یہ شخص اپنے نقصان پر راضی ہوگیا۔لیکن یہ بدعادت تو دوسروں کو بھی
نقصان پہنچاوے گی۔ اسی طرح اگر اس قانون رواج عام کو مستورات بھی تسلیم کریں

---

۵ اس کا حکم مفصل رسالہ احکام میں وراثت سے معلوم کریں۔

تب بھی ظلم ہی رہیگا۔ کیونکہ اس کا نقصان تو آئندہ آنے والی نسلوں تک پہونچیگا۔
اور مستورات کے متعلق تو یہ شبہات باطلہ کئے جاتے ہیں۔ لیکن جن مردوں کو محروم کیا جاتا ہے، مثلاً ایک شخص کا انتقال ہوا اور اس کا باپ اور بیٹا موجود ہیں تو شرعاً چھٹا حصہ باپ کا ہے اور باقی بیٹے کا۔ حالانکہ باپ کو کچھ نہیں دیا جاتا۔ پس اس کی بابت شبہات مذکورہ میں سے کس کی گنجائش ہے۔ اور اس رواجِ عام میں کوئی دنیاوی فائدہ بھی نہیں۔ کیونکہ جس نے کسی شرعی وارث کا حق رکھا ہے اس کا حق شرعی بھی کسی نے رکھا ہوگا۔ پس دونوں کا نقصان بھی ہوا اور دونوں گنہگار بھی ہوتے۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ اگر ہمارا حق مل جاوے تو ہم بھی دیدیں۔ کسی نے ہمارا رکھ لیا ہم نے کسی کا۔ مگر جس کا مال چوری ہوجائے اس کو اجازت نہ دی جائے گی کہ کسی کے نقب لگاوے۔ غرض کہ خود سب کے حق دیدے، خواہ دوسرا اس کا حق دے یا نہ دے۔
اور ان مختصر سوال وجواب سے معلوم ہوگیا ہوگا کہ قانون رواج عام میں نہ کوئی مصلحت ہے نہ منفعت بلکہ محض کفّار کی قدیم رسم ہے۔ جو اسلام لانے کے بعد بھی بعض اقوام میں مروّج رہی۔ اور زیادہ افسوس ان اقوام پر ہے جو کہ اس ملک میں بغرض اشاعتِ اسلام تشریف لائی تھیں اور اب وہ خود اس ملک کی رسومِ باطلہ کی پیرو ہیں۔ اور جو لوگ جائیداد نہیں رکھتے وہ بے فکر نہ ہوں۔ کیونکہ اوّل تو وہ بھی ترکہ نقد وغیرہ میں حق تلفی کرتے ہیں، دوسرے ان جائیدادوالوں سے ہر قسم کے معاملات لین دین خورد نوش وغیرہ کے ہوتے ہیں، جن میں بعض حرام ہیں بعض مکروہ۔ پس اس رواج کا اثرِ بد عام ہونے کی وجہ سے اس طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔

چند علمائے کرام کی تحریرات درج ہیں۔

استفتاء

پنجاب میں قانونِ وراثت رواجِ عام کے مطابق ہے۔ جس میں دختر وغیرہ وارثانِ شرعیہ کو محروم الارث قرار دیا گیا ہے۔ پس اس قانون کی حمایت کرنا، اس کو قولاً فعلاً سکوتاً تسلیم کرنا کیسا ہے۔

السّائل احقر عبدالکریم گمتھلوی
مسجد اسٹیشن راجپورہ ریاست پٹیالہ

فتویٰ حضرت حکیم الامّت مولانا الحافظ الحاج المولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی دامت برکاتہم

اس رواج کا باطل و منکر ہونا اور توریثِ بنات وغیرہا نص قطعی سے ثابت ہے۔ ان کی مخالفت اگر اعتقاداً ہے تو کفر ہے اور عملاً ہے تو اشد درجہ کا فسق ہے۔ پس اس باب میں عقیدہ کی درستی اور عمل کی اصلاح تو یقیناً فرض ہے۔ اور ابطالِ باطل و ازالۂ منکر قادر پر فرض ہے لہٰذا سکوت بھی حرام ہوگا۔ اور تسلیم کرنا تو اس سے اشد ہے۔ اور حمایت کرنا سب سے بڑھ کر اشنع و اقبح ہے۔ لہٰذا کلہ، ظاہر۔

کتبہ اشرف علی تھانوی

ہر مسلمان پر فرض ہے کہ اس باطل اور حرام رواج عام کے قلع قمع میں کوشش کرے۔ امید کہ علماء کرام اس فریضۂ اسلامی کی طرف تقریراً و تحریراً ضرور توجہ دلائیں گے۔

حررہ الاحقر ظفر احمد عثمانی عفا اللہ عنہ تھانہ بھون ضلع مظفر نگر۔

تحریر مدرسہ عالیہ مظاہر علوم سہارنپور مع دستخط حضرت مولانا الحافظ المولوی خلیل احمد صاحب مدظلہم العالی

اگر کوئی صاحب میراث (کے قانون شرعی) کا انکار کرے تو نصوص قطعیہ کا انکار ہوگا۔ اور معلوم ہے کہ قرآن پاک اور احکامِ قطعیہ کا منکر کون ہوتا ہے۔ اس سے زائد کیا کہا جا سکتا ہے۔ کتبہ الاحقر عبد اللطیف عفا اللہ عنہ مدرس (اول) مدرسہ موصوفہ

اس قانون کی مخالفت واجب ہے۔ رقمہ ضیا احمد۔ الجواب صحیح خلیل احمد عفی عنہ (ناظم مدرسہ موصوفہ)

صح الجواب۔ عنایت الٰہی مہتمم مدرسہ۔ الجواب صحیح۔ بندہ عبد الرحمٰن (کامل پوری) عفی عنہ (مدرس مدرسہ)

تحریر مدرسہ عالیہ دار العلوم دیوبند ضلع سہارنپور

اس باطل و حرام رواج عام کے مرتکب اور مجوّز اور مُعاون اور باقی رکھنے والے اور اس پر (عملاً) اصرار کرنے والے ظالم و عاصی ہیں (اور اس فرض قطعی کے انکار کا کفر ہونا تو اظہر ہے۔) اور مؤاخذہ حق العباد کا ان کی گردن پر رہیگا تاوقتیکہ وہ صاحبِ حقوق کے حقوق ادا نہ کریں گے —— کتبہ مسعود احمد

الجواب صحیح۔ عزیز الرحمٰن مفتی مدرسہ دیوبند

الجواب صواب۔ محمد انور عفا اللہ عنہ۔

الجواب صحیح۔ بندہ مرتضیٰ احسن عفی عنہ

تحریر مولانا محمد کفایت اللہ صاحب
صدر جمعیۃ العلماء ہند

یہ رواج شریعتِ غراء کے صریح منصوص احکام کے مخالف ہے۔ اور اولادِ دختری (وغیرہ) کے ساتھ کھلا ہوا ظلم ہے۔ جو لوگ اس رواج کو جائز اور تقسیم میراث کے شرعی اصول سے بہتر سمجھیں وہ مسلمان نہیں رہ سکتے۔ اور جو لوگ ناجائز اور خلافِ شریعت یقین کرتے ہوں مگر اس پر عمل کرتے ہوں وہ بھی ظالم اور فاسق ہیں۔

محمد کفایت اللہ عفر اللہ لہٗ مدرسہ امینیہ دہلی

عبد الخالق جہاں خیلاں ۔ جماعت علی (علی پوری) بقلم خود

محمد حسین علی پور ضلع سیالکوٹ ۔ ثناء اللہ امرتسری

تمام امتِ محمدیہؐ کا اس رواجِ عام کے حرام قطعی اور ظلمِ عظیم ہونے پر ہمیشہ سے اتفاق ہے۔ بغرض اختصار چند فتاویٰ کا انتخاب اور چند علماء کے دستخط درج کیے گئے۔ جملہ اہلِ اسلام اس ظالمانہ اور کفریہ رواجِ عام کو مٹا کر شریعتِ محمدیہ کے مطابق قانونِ وراثت کی تعمیل کریں۔

کمترین عبد الکریم گمتھلوی عفی عنہ